اسلامی ثقافت کے آئینے میں
نوجوان نسل کا کردار

از قلم : عبد الماجد
لیکچرر بائیالوجی، گورنمنٹ کالج، اکوڑہ خٹک (نوشہرہ)

کسی معاشرے کی نوجوان نسل اس کی وہ قوتِ متحرکہ ہوتی ہے جس کی طاقت سے ہواؤں کے رخ تبدیل ہوسکتے ہیں اور جو اپنے عزم و ہمت سے سیلِ رواں کے دھاروں پر بند باندھ سکتی ہے۔ مصائب اور مشکلات کے پہاڑ اس کی بلند حوصلگی اور ہیبت سے سمٹ کر رائی کی شکل اختیار کرسکتے ہیں۔ لیکن یہی نسل اگر جمود و کسل کا شکار ہوجائے تو معاشرہ شاید آج تو زندہ رہ سکے لیکن وہ کل کی امید سے محروم ہوجاتا ہے۔

ہماری نوجوان نسل اسلامی ثقافت کے آئینے میں کیا کردار ادا کرے، اس عنوان کو لے کر آگے بڑھنے سے قبل یہ انتہائی ضروری ہے کہ ثقافت کی تعریف و توضیح کردی جائے اور پھر اسلامی ثقافت کی حدود و قیود اور اس کے امتیازی خصائص (Distinguishing features) بیان کردیئے جائیں جو اسے دیگر تمام ثقافتوں سے ممتاز کرتے ہیں اور تاریخ کے جھروکوں سے اس ارفع و اعلیٰ ثقافت کو اپنانے والوں کی رفعت و علوِّشان پہ نظر ڈالتے ہوئے اس مقام پر آیا جائے جہاں سے ہم اپنی اعلیٰ ثقافتی و تہذیبی اقدار کو پس پشت ڈالنے کے نتیجے میں آنے والے تنزل اور زوال کا مشاہدہ کر سکیں۔ اس طرح تمام حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی اور نوجوان نسل اسلامی ثقافت کے شفاف آئینے میں اپنا حقیقی کردار دیکھ کر اپنے کردار و عمل کی خامیوں اور کوتاہیوں کے شعوری ادراک کے بعد انہیں دور کرنے کے قابل ہوسکے گی ـــــ پھر ان پر واضح ہوجائے گا کہ اپنی متاعِ گم گشتہ کے حصول سے ہی وہ اپنے اسلاف کی طرح عزت و رفعت کے آسمان پر مہرِ تابناک بن کر چمک سکتی ہے اور ایک بار پھر اقوام عالم کی "جدید جاہلیت" کی شبِ تاریک کو اسلام کی ازلی و ابدی (everlasting) روشنی سے روز روشن میں

تبدیل کر سکتی ہے اور اس طرح اپنے فرض منصبی یعنی امربالمعروف اور نہی عن المنکر سے عہدہ برآ ہو کر "خیرِ امت" کے لقب پر پورا اتر سکتی ہے۔

ثقافت کیا ہے؟

ثقافت دراصل عربی زبان کے لفظ "ثَقِفَ" (اور اس سے فعل ثَقَّفَ) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے ٹیڑھ اور کجی دور کر کے سیدھا کر دینا[1]۔ علامہ زمخشریؒ نے مجازاً آداب سکھانے اور مہذب بنانے کے معنی میں استعمال کیا ہے[2]۔ راغب علی بیرونی نے اپنے رسالہ "الثقافہ" میں لکھا ہے:

الثقافہ ھی اصلاح النفس الصحیح الکامل بحیث یکون صاحبھا مرآۃ الکمال والفضائل.......ھی اصلاح الفاسد و تقویم المعوج[3]

یعنی ثقافت نام ہے نفس کی اصلاح کامل کا اس طرح کہ مثقف آدمی کی ذات کمال اور فضائل کا آئینہ ہو۔ فاسد کی اصلاح اور ٹیڑھے کو سیدھا کرنا ثقافت ہے۔

انگریزی میں کلچر (Culture) کا جو مفہوم ہے وہی عربی زبان میں ثقافت کا ہے۔ زندگی کے اسلوب و انداز میں کلچر کا لفظ سب سے پہلے بیکن نے استعمال کیا[4] اور پھر ادبی دنیا میں چل نکلا۔ انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائینسز کے مقالہ نگار نے ثقافت (Culture) کا بہت وسیع مفہوم لیا ہے۔ وہ اقتصادی تنظیم' قانون' کھیل' علم اور مشاغل و آرائش پر ہی ختم نہیں کرتا بلکہ مذہب کو بھی ثقافت میں شامل کرتا ہے۔

اگرچہ لغوی لحاظ سے "ثقافت" اور "تہذیب" جدا جدا الفاظ ہیں لیکن مفہوم کے لحاظ سے دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو مفہوم تہذیب (**هَذَّبَ** سے ہے یعنی کانٹ چھانٹ کرنا' تطہیر کرنا) کا لیا جاتا ہے وہی کلچر یا ثقافت کا لیا جاتا ہے۔ مثلاً اصلاح کرنا (to refine)' عیوب سے پاک کرنا (to clean)' بہتر بنانا

۱۔ ملاحظہ ہو "اسلامی تہذیب و ثقافت" از عطش درانی' ص ۶۵

۲۔ کتاب "اساس" از علامہ زمخشری بحوالہ "اسلام کا معاشرتی نظام" از غلام رسول

۳۔ الثقافہ' ص ۱۹' مکتبہ الہلیہ بیروت

۴۔ اساسیات اسلام' ص ۱۰۰' از مولانا محمد حنیف ندوی

(To improve)' درست کرنا (to repair)' تعلیم و تربیت دینا (to educate) اور خوش اخلاق بنانا (to polish style)[۵] --- پروفیسر آرنلڈ کے مطابق ثقافت علم و ادراک کی اس جامع کیفیت کا نام ہے جو ان تمام خوبیوں کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہو جن سے اب تک انسان آشنا ہوچکا ہے۔ ان کے مطابق ثقافت کے معنی کمال (Perfection) کو جاننے اور اسے معاشرے میں رائج کرنے کے ہیں[۶] ٹی ایس ایلیٹ "ثقافت" کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے :ثقافت آداب کی شائستگی کا نام ہے' یعنی مدنیت اور انسانیت[۷]

اعلیٰ ثقافت کا معیار

ایک اعلیٰ ثقافت کا معیار یہ بیان کیا گیا[۸] ہے کہ اس کا مقصد ان تضادات کو ختم کرنا اور ان اختلافات کو دور کرنا ہے جو (بظاہر) روح اور جسم میں پائے جاتے ہیں یا جو انسان اور کائنات میں حائل ہیں۔ اس لئے اگر کوئی تہذیب و ثقافت ان تناقضات (Incompotabilities) کو ختم نہیں کرتی اور ان سوالات کا صحیح جواب مہیا نہیں کرتی جو ان تضادات (Contradictions) کی بنا پر ابھرتے ہیں تو وہ اپنا تاریخی سفر مقصد و منزل کی طرف جاری نہیں رکھ پائے گی۔ چنانچہ دنیا میں جنم لینے والی سب ثقافتوں (پھر اس سے تہذیبوں کو) کو دو بڑے گروہوں میں بانٹا جا سکتا ہے

۱۔ داخلیت پسندی کی بنا پر اٹھنے والی ثقافتیں

۲۔ خارجیت پسند ثقافتیں

داخلیت پسندی کی بنا پر اٹھنے والی ثقافتیں

؎ مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ مصلحت در دینِ عیسیٰ غار و کوہ

داخلیت پسندی (Introversion) سے مراد یہ ہے کہ حقیقت کو صرف روح و باطن ہی کے تقاضوں میں منحصر اور دائر مانا جائے اور اُن تقاضوں (urges) کو تسلیم کرنے

۵۔ اسلام کا نظام حیات' ص ۴۴' از قاری فیوض الرحمٰن ایم اے' ایم او ایل

۶۔ Culture of Anarchy بحوالہ "اسلام کا معاشرتی نظام"

۷۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو 'اسلام کا معاشرتی نظام' ص ۵۵۔

۸۔ ملاحظہ ہو "اسلامی تہذیب کیا ہے" اور "اساسیات اسلام"

سے یکسر انکار کردیا جائے جو جسم کی وجہ سے ابھرتے ہیں یا جنہیں ہماری حیاتیاتی فطرت (Biological nature) پیدا کرتی اور بھڑکاتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسی اصول پر عیسائیت اور بدھ مت نے اپنی بنیادیں رکھیں لیکن یہ اصلاحِ باطن سے آگے نہ بڑھ سکیں اور دنیا کے علوم و فنون اور تہذیب و ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئیں۔ نتیجۃً ان کا رخ ترکِ دنیا، گوشہ نشینی (Seclusion) اور رہبانیت کی طرف ہوگیا جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے: **وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ**[۹]۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بدھ مت کا بانی گوتم اپنی نوجوان بیوی اور بچے کو سوتا چھوڑ کر رات کو بھاگ نکلا اور جنگل میں رہ کر سخت سے سخت ریاضتیں کرنے لگا[۱۰]۔

خارجیت پسند ثقافتیں

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

خارجیت پسندی (Extroversion) کی بنیاد پر اٹھنے والی وہ تمام تہذیبیں ہیں (جن میں مغربی تہذیب بھی شامل ہے) جنہوں نے بلاشبہ دنیوی سطح پر زندگی کے سانچوں کی تشریح کی۔ تاہم یہ زندگی کے باطنی حسن کا نظارہ نہ کرسکیں، معنی و روح کے لطائف سے محروم رہیں اور اس لائق نہ ہوسکیں کہ جسم و مادہ کی چلمنوں کو ہٹا کر عروسِ حقیقت کی جلوہ آفرینیوں سے قلب و نظر کی آسودگی کا اہتمام کرسکیں۔ چنانچہ ان کا نصب العین (Ideal) تمام اخلاقی اور روحانی اقدار (Moral and spiritual values) سے منہ موڑ کر یہ ہوگیا کہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا المادّہ وَالمعدہ** (یعنی مادہ اور معدہ کے تقاضے ہی معبود کا درجہ اختیار کرلیں) اور بقول ایک فلسفی کے "مغربی تہذیب نے انسانوں کو پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنا اور مچھلیوں کی طرح دریا میں تیرنا تو سکھایا لیکن انسانوں کی طرح زمین پر چلنا نہ سکھایا[۱۱]۔"

۹۔ سورۃ الحدید، آیت ۲۷

۱۰۔ ملاحظہ ہو رحمۃ للعالمین جلد ۳، از قاضی محمد سلیمانؒ منصور پوری اور مذہب اور تجدید مذہب، ص ۲۷، از عبدالحمید صدیقی

نوٹ: حاشیہ نمبر ۱۱ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

ان روحانی اور اخلاقی اقدار کو نظرانداز کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ قوم پرستی (Nationsalism) اپنے عروج پر پہنچ کر دو عظیم جنگوں کا سبب بنی اور اس طرح لاکھوں انسانوں کا وحشیانہ قتل ہوا۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری (خارجیت پسند ثقافتیں) صرف ایک پہلو اور تمدن کے ایک شعبہ کی اصلاح کے لئے مساعی بن کے اٹھیں اور توقع رکھتی تھیں کہ زندگی کے اور تمام پہلو صرف معاشی زندگی کی اصلاح سے خود بخود درست ہوجائیں گے لیکن ع این خیال است و محال است و جنوں! چنانچہ بری طرح ناکام ہوئیں اور بقول اقبال ۔

ہر دو را جاں ناصبور و ناشکیب
ہر دو یزداں ناشناس آدم فریب

فسطائیت اور نازیت قوم پرستی ہی کی انتہائی شکلیں ہیں۔ ان میں قوم پرستی کے مصائب و نقائص دو چند نظر آتے ہیں ---- ایک بین الاقوامی وفاق کا تخیل لایعنی رہے گا جب تک کہ اقوام عالم کے ضمیر میں کوئی بڑا روحانی اور اخلاقی انقلاب نہ آئے اور وہ محرکات عمل نہ بدل جائیں جو گزشتہ دو تین صدیوں سے قوموں اور جماعتوں کے طرز عمل کو متعین کرتے رہے۔

اسلام ---- ایک راہ معتدل اور جامع ثقافت

ادیان و تحریکات کی تاریخ شاہد ہے کہ اب اسلام ہی وہ جامع اور ہمہ گیر ثقافت[۱۲] ہے جس نے اس تناقض کا حل پیش کیا۔ اسلام نے توحید کے یکساں فلسفے کی تشریح کی جس کے معنی ہیں کہ جس طرح اللہ جل شانہ کی ذات کثرت و ثنویت (Duality) سے پاک ہے اسی طرح اس کی پیدا کردہ زندگی میں بھی تناقض و اختلافات کی کثرت نہیں پائی جاتی۔

توحید کی رُو سے زندگی ایک ہے اور روح و جسم اس کے دو اظہار ہیں اور دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لئے نہ یہ ممکن ہے کہ تنہا جسم (body) کو اہمیت دی جائے

۱۱۔ Guide to Modern wickedness بحوالہ "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" ص ۳۲۲، از سید ابوالحسن علی ندوی

۱۲۔ تہذیب، ثقافت اور تمدن میں فرق کے لئے ملاحظہ ہو عطش درانی کی کتاب "اسلامی تہذیب و ثقافت" ص ۷-۸

اور تمام اقدار (Values) کو حسی خواہشات (Perceptive desires) کی روشنی ہی میں ترتیب دیا جائے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ (عیسائیت اور بدھ مت کی طرح) صرف روح (Soul) ہی توجہ و التفات کا مرکز و محور ٹھہرے اور زندگی کی تمام آرزوؤں اور تمناؤں کا گلا گھونٹ دیا جائے۔

اسلام کا بلند تر مقصد یہ ہے کہ فرد (کے جسم و روح) میں توازن واعتدال پیدا ہو' تاکہ فرد کے اعتدال سے معاشرے میں توازن (Balance) پیدا ہو' اور معاشرے کے توازن سے پوری انسانیت میں توازن پیدا ہو۔ اسی لئے معمارِ اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی نشاندہی فرمائی تھی:

وَانَّ لِربِّکَ علیک حقًّا وانَّ لِنفسکَ علیک حقًّا و لاھلک علیک حقًّا' فَاَعطِ کُلَّ ذِی حقٍّ حَقَّہٗ[13] ...... لَا رَھبانیۃَ فِی الْاِسلامِ[14]

"تم پر تمہارے پروردگار کا بھی حق ہے' تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور بال بچوں کے بھی حقوق ہیں۔ پس سب حقوق والوں کا پورا پورا حق ادا کرو"

......."اسلام میں رہبانیت (ترک کردینا) نہیں ہے۔"

اس لئے ساحرانِ فرنگ "کلچر" و "کلتور" وغیرہ کا مفہوم اپنی ذہنیت کے اعتبار سے جو چاہیں مقرر کرلیں مگر اسلامی تہذیب و ثقافت[15] کے لئے جامع اصطلاح "الدّین" ہے جو ان دونوں کو محیط ہے' کیونکہ اسلام عقیدہ (توحید) بھی ہے اور عمل بھی' ظاہر بھی ہے اور باطن بھی' حسن بھی ہے اور زینت بھی۔ نظریۂ حیات' عقائد واقدار' علوم وفنون' اقتصاد و معاشرت اور قانون و سیاست سبھی "الدّین" کے مختلف اجزاء ہیں جن کے تعامل و ارتباط سے اسلامی تہذیب و ثقافت اور تمدن کا تانا بانا تیار ہوتا ہے[16]۔

۱۳۔ صحیح بخاری' کتاب الادب وکتاب الصوم
جامع ترمذی' کتاب الزہد

۱۴۔ الحدیث

۱۵۔ جب ثقافت میں سلیقہ آجائے تو وہ تہذیب بن جاتی ہے۔ چنانچہ اسلامی ثقافت میں پہلے ہی سے سلیقہ اور مہذب پن ہے اس لئے یہ تہذیب کے مترادف ہے۔ اس لئے اسلام ایک مکمل ثقافت ہے اور اس کا واحد معیار تقویٰ ہے۔ بحوالہ اسلامی تہذیب و ثقافت' ص ۹

نوٹ: حاشیہ نمبر ۱۶ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

علاوہ ازیں اسلامی تہذیب و ثقافت دوسری تمام ثقافتوں سے اس باب میں ممتاز ہے کہ اس کا مقصد کسی فرد یا گروہ یا قوم کی تہذیب نہیں بلکہ ساری انسانیت کو متمدن اور مہذب بنانا ہے[۱۷] اس لئے اقبال نے کیا خوب پیرائے میں "تہذیبِ اسلام" اور اس کی جامعیت بیان کی کہ ع

یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں

اور ؎

عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسنِ طبیعت، عرب کا سوزِ دروں[۱۸]

چنانچہ توحید کے فلسفے پر اسلام نے وحدتِ انسانیت کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد انسان اور انسان کے درمیان خون، نسل، رنگ، زبان یا تاریخ و جغرافیہ کی ان تفریقات و امتیازات کو ختم کرنا ہے، جو معاشرہ کو اعلیٰ و ادنیٰ میں تقسیم کردیں۔ قرآن حکیم نے نسل، خاندان اور وطن کے تنوع اور اختلاف کے باوجود وحدتِ انسانیت کا اس طرح دو ٹوک فیصلہ کیا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (الاعراف:۱۸۹)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے پیدا کیا۔"

یہی نہیں بلکہ شرف انسانیت میں سب کو برابر کا شریک کیا۔ فرمایا:

"ہم نے بنی آدم کو کرامت بخشی" (الاسراء:۷۵)

سب انسان احسنِ تقویم یا اخلاق و روحانیت کے سانچوں میں ڈھلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین:۴)

چنانچہ (ہمارے سب سے بڑے ثقافتی منبع) قرآن کے اعلان **"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ**

۱۶۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر مشتاق گوراھا کا مضمون "اسلامی تہذیب کی آئینہ بندی" بحوالہ اسلامی تہذیب و ثقافت، ص ۴۵

۱۷۔ اسلامی ثقافت کی تعریف و توضیح کے لئے بلاحظہ ہو مار ماڈیوک کی کتاب "Cultural Side of Islam" سید عبداللطیف کی کتاب Basic of Islamic Culture اور ملٹن اور ویکل کی کتاب Islamic Society of Culture

۱۸۔ ضربِ کلیم، اقبال

اَتْقٰکُمْ"[19] نے جب شرفِ انسانیت کی بنا حق' خیر اور خدا ترسی پر رکھ دی تو اس کی سلکِ تہذیب میں ہر اس امت اور قوم نے ذہین و فطین (Genius) لوگ پرو دیئے جن پر اسلام نے اپنی فتوحات کا جھنڈا لہرایا۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری ہر تہذیب صرف ایک ہی نسل اور ایک ہی قوم کے ناموروں پر فخر کر سکتی ہے' لیکن اسلامی تہذیب ان تمام اقوام و قبائل کے سپوتوں پر فخر کر سکتی ہے جنہوں نے مشترکہ طور پر اس عظیم الشان قصرِ تہذیب کی تعمیر میں مدد دی۔ ابو حنیفہ' مالک' شافعی' احمد' الخلیل' سیبویہ' الکندی' الفراء' الفارابی' غزالی' شیخ احمد سرہندی' شاہ ولی اللہ' ابن خلدون اور ان کی طرح کے دوسرے مشاہیر مختلف قوموں سے تعلق رکھنے کے باوجود فرزندان اسلام ہی تھے۔

اسلام کے سوا کسی دین یا تہذیب و ثقافت کی تعمیر میں ایسے اصولوں اور اداروں کی طرح نہیں ڈالی گئی جو اخوت اور بھائی چارہ کی یہ کہہ کر پرورش کر سکیں کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کے باوجود تمہارے لئے "کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ"[20] کی گنجائش موجود ہے' جو نفرت و بغض کا قلع قمع کر سکے' جو پوری انسانیت کو ہر قسم کی جاہلی عصبیتوں سے نکال کر ایک مسلک میں پرو سکے۔

اسلام کے نظام عمل میں وحدتِ انسانیت (Unity of Human beings) کا نظریہ فلسفیانہ تجرید (Philosophical abstract) کا حامل نہیں بلکہ ایک زندہ اور فعال (Dynamic) حقیقت ہے۔ فلنٹ (Flint) نے بجا طور پر کہا:

> "جہاں عیسائیت نے اس نظریہ کو صرف ادب و تحریر کی زینت قرار دیا وہاں اسلام نے ایسے اداروں کی داغ بیل ڈالی اور اس طرح کے عملی طریقے اختیار کئے جن سے یہ تصور شاعری کی حدود سے نکل کر معاشرہ کی روزمرہ زندگی میں داخل ہوا' اور اس کا جزو ترکیبی بنا۔"[21]

۱۹۔ الحجرات' آیت ۱۳

۲۰۔ اشارہ ہے سورۂ آل عمران' آیت ۶۴ کی طرف: یٰاَھلَ الْکِتَابِ تَعَالَوا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکم ... یعنی اہل کتاب کو دعوت ہے کہ آؤ ان باتوں پر جو ہم میں اور تم میں (عیسائیت میں) قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں......

۲۱۔ Reconstruction of Religious Thoughts in Islam بحوالہ اسلامک کلچر' ص ۲۹ مصنفہ ڈاکٹر محمد یوسف

اسلام اور مختلف قومیتیں

وحدتِ انسانیت کا مطلب اسلام کے نزدیک ہرگز یہ نہیں کہ سب کی زبان ایک ہو' سب کی پوشاک ایک ہو اور رسم و رواج میں بھی سب مسلمان ایک ہی اسلوبِ زیست اپنائیں اور اپنی مقامی اور علاقائی خصوصیاتِ تہذیبی سے بہرحال دستبردار ہو جائیں۔ اس سلسلے میں مختصراً یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام نے وحدتِ انسانیت کے پہلو بہ پہلو تہذیب و تمدن کی اس بوقلمونی اور رنگارنگی (Variety) کو ماننے سے انکار کبھی نہیں کیا بلکہ شعوب و قبائل کی تقسیم کو قدرتی قرار دے کر ان کی ان خصوصیات کو اپنانے میں بخل سے کام نہیں لیا جن میں افادیت کا کوئی پہلو پایا جاتا تھا یا جن میں حسن و فن کی کوئی خوبی تھی (بمطابق خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَاکَدَرَ[۲۲])۔۔ مصر میں قبطیوں' مغرب اقصیٰ کی اقوامِ بربر' ایران میں عجمیوں اور ہندوستان میں رہنے والوں نے اسلام کو اپنی نجات و کامرانی کا ذریعہ بنایا تو کیا اپنی علاقائی خصوصیات سے دستکش ہو کر؟۔۔ نہیں! بلکہ اسلامی تہذیب میں ایک نیا رنگ بھر کر اور اس کے اصولی روپ میں اپنی مخصوص تابناکیوں کو اجاگر کر کے' لیکن جزو غالب کی حیثیت سے ان میں ہمیشہ اسلام ہی کی چھاپ نمایاں تھی۔ یعنی مصری' ایرانی' مغربی اور ہندوستانی کے حدود کے فرق نے ان سب میں مغائرت (strangeness) پیدا نہیں ہونے دی۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف تہذیبی خصوصیات سے بہرہ مند ہونے کے باوصف ہر جگہ یہ مسلمانوں کی حیثیت سے صاف پہچانے گئے۔

اسلام تنوع و اختلافات کی ان صورتوں کو جو آب و ہوا اور وقتی مصلحت کے تقاضوں سے ابھرتی ہیں نظرانداز نہیں کرتا' لیکن اس کے ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ ان میں پاکیزہ اور بلند اخلاق اور اعلیٰ انسانی اقدار کو ملحوظ رکھا جائے جو قرآن کریم اور سیرتِ رسولؐ سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ جب تک کوئی تمدن قرآن و سیرت رسولؐ کی حدود کے اندر ہے' وہ اسلامی تمدن ہے' خواہ اس کی زبان' اس کے لٹریچر' اس کے آداب و اطوار' اس کے کھانوں اور مٹھائیوں' اس کے لباس اور طرز معاشرت اور اس کے فنونِ لطیفہ میں کتنے ہی تغیرات واقع ہو جائیں۔ مظاہر کا تغیر بجائے خود کسی تمدن کو اسلامی تہذیب و ثقافت سے خارج نہیں کرتا' البتہ جب وہ اس نوعیت کا تغیر ہو کہ اسلامی تہذیب کے اصول و قواعد میں اس

۲۲۔ الحدیث' یعنی اچھی چیزوں کو لے لو اور بری (گدلی) چیزوں کو چھوڑ دو۔

کے لئے کوئی سندِ جواز نہ ہو تو یقیناً وہ تمدن کو غیر اسلامی تمدن بنانے کا موجب ہوگا۔ مثال کے طور پر مسلمان مشرق سے لے کر مغرب تک بیسیوں طرح کے لباس پہنتے ہیں اور سینکڑوں انواع واقسام کے کھانے تیار کرتے ہیں مگر ان سب میں سترِ عورت، پاکیزہ اطوار اور حلت و حرمت کا خیال رکھا جاتا ہے، چنانچہ یہ سب اسلامی تمدن ہی کے لباس اور کھانے ہیں لیکن اگر ان میں ان حدود سے تجاوز کرلیا جائے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں (مثلاً لباس میں سترِ عورت اور پاکیزہ اطوار کا خیال نہ رکھا جائے، اسی طرح غذا میں حِلت وحرمت کا لحاظ نہ رکھا جائے) تو وہ غیر اسلامی لباس اور (غیر اسلامی) کھانے ہوں گے۔

(جاری ہے)

بقیہ: لغات و اعراب قرآن

[هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ] اس جملے کے تمام اجزاء یعنی "هم" (وہ سب) "فيها" (اس میں) اور "خالدون" (ہمیشہ رہنے والے) سے آپ واقف ہیں۔ لفظ "خالِد" کے مادہ، باب اور معنی وغیرہ پر لغوی بحث البقرہ: ۲۵ یعنی ۲:۱۸:۱(۱۱) میں کی جاچکی ہے۔ یہاں "فيها" کی تقدیم (پہلے آنے) کی بناء پر اس کا ترجمہ "اس ہی میں" یا "اسی میں" کرنا زیادہ موزوں ہے۔ "خالدون" کا لفظی ترجمہ (بطور اسم الفاعل) کرنے کی بجائے بیشتر مترجمین نے "ہمیشہ رہیں گے، پڑے رہیں گے، ہمیشہ کو رہیں گے" سے کیا ہے جو مفہوم اور محاورے کے لحاظ سے درست ہے تاہم یہ "خالدون" سے زیادہ "يخلدون" کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔